عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
شوال ۱۴۳۰ھ/ اکتوبر ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد:ھشتم

شمارہ:2

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرالٰھی (چھٹی قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

طرق وطرزِ ذکرومنازلِ اذکار:

ذکر کی سلوک میں اہمیت کے پیشِ نظر حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہٗ مختلف طالبین و مسترشدین کو ان کی صلاحیت واستعداد کے مطابق 'ذکر' کی تلقین وتاکید فرماتے تھے۔ طالب کے ''حسبِ حال'' ذکر کا تعین اور پھر ذکر کی مختلف ''منازل'' میں ''احوالِ ذکر'' کے مطابق وقتاً فوقتاً حکیمانہ اور تیر بہدف رہنمائی حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاص امتیاز وکمال تھا۔ ہر طالب کو ایک ہی تعداد اور طرز یا نصابِ ذکر نہیں بتاتے تھے بلکہ اپنی فراستِ کاملہ، بصیرتِ تامہ وتربیت باطنی کے خداداد ملکۂ راسخہ سے جس کے مناسب حال جو ذکر خاطرِ عاطر پر القا ہوتا تھا وہی بتادیتے تھے اور طالب اگر اس ذکر کو حقیقتاً اپنا معمول بنالیتا تھا تو اثرات وآثارِ ذکر کا لعین مشاہد ہوجاتے تھے۔ حضرت والا قدّس سّرہ 'مراحلِ ذکر' کو تدریجاً طے کرواتے تھے اور 'عقباتِ ذکر' میں حقیقت و صورت، اوہامِ باطلہ اور حقائقِ صادقہ میں تفریق کی ایسی لکیر کھینچتے چلے جاتے تھے کہ حضرتؒ کی پُر حکمت، حاذقانہ ومشفقانہ رہبری ذاکر کو کیفیاتِ ذکر کی ''پرپیچ گھاٹیوں'' میں سے اس آسانی سے نکال لیتی تھی کہ نہ تو اسے اس راہ کے تماشے اپنے میں الجھاتے تھے، نہ اسے وساوسِ شیطانی واہوائے نفسانی اپنے میں پھنساتے بلکہ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر وارشاد ہی پریشان حال راہی اور متحیر سالک کو قلبی پریشانی اور ورطہ حیرت سے نجات دلادیتی تھی اور وہ بے اختیار پکار اٹھتا تھا:

ے
تیرے اک چھینٹے سے اے ابر بہاری ان دنوں
سبز ہے شاداب ہے سیراب ہے گلزارِ دل
دور ہوتی جارہی ہے ہر کھٹک جو دل میں تھی
تیرے سوزن سے نکلتے جارہے ہیں خارِ دل

حکیم شیخؒ کا پرشفقت انداز تربیت ''اذکار واوراد'' اشغال ومراقبات کے بارے میں بھی راہی کو

مقصود و غیر مقصود، مقاصد و ذرائع کی حقیقتوں سے شناسا کرتا جاتا تھا کہ بیشتر ذاکرین ان کے فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے ''سلوک کی گھاٹیوں'' میں بھٹک کر رہ جاتے ہیں اور عمر بھر کی محنت منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتی بلکہ غیر مقصودہ انوار و لذّات، کیفیات و احوال ''بزرگانہ اوہام و لاطائل خیالات'' ''کشوفِ کونیہ و مواجید'' ہی ان کا مقصد بن جاتے ہیں اور اس بھول بھلیاں میں زندگی بسر ہو جاتی ہے کہ ہدایت ذکر سے حقیقت ذکر اور پھر مذکور تک رسائی اور قلب کا ہر غیر سے فراغ اور ذات متعال میں اشتغال عادتاً فی الفور نہیں ہو جاتا بلکہ راہ کی گھاٹیاں پُر پیچ و دشوار خارزار ہیں جن سے کسی آبلہ پا کا صحیح و سالم نکل جانا توفیقِ رب اور خاصانِ حق کی عنایت و رہبری سے ہی ہو سکتا ہے۔ غرض ہمارے شیخ محقق ؒ اپنے زیر تربیت ''ذاکرین و سالکین'' کو راہ کی نزاکتوں، خطرات اور باریکیوں سے بھی آگاہ فرماتے رہتے تھے تاکہ ہر راہی اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر ''عقباتِ ذکر'' کو پار کر لے کہ شیخِ کامل کا کمال ہی یہی ہوتا ہے کہ اس کی برکت سے خار گل اور سرکہ شراب بن جاتا ہے۔ مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور بیابان و صحرا گل کدۂ جنت دکھائی دیتا ہے۔

ع ساقی پلائے پھول تو کانٹا نکال کے

حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی یہی حذاقتِ فن اور بصیرت باطنی اور کمالِ تربیت و برکت تھی جس کی وجہ سے ہر ذی استعداد سالک ''سلوک کی زہرہ گداز گھاٹیوں'' کو طمانیت و انشراح، انبساط و مسرت کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ طے کر لیتا تھا اور جادۂ حبیب کی بادیہ پیمائیاں گلگشت کی حیثیت اختیار کر لیتی تھی اور سلوکِ اشرفی کی یہ ''شاہی راہ'' سلیمانی آئینہ میں انسانیت کی شاہراہِ معرفت دکھائی دیتی تھی جو ہر خاص و عام کو صلائے عام دے رہی تھی کہ

ے وہ چشمِ محبت تو جویائے محبت ہے
دیکھے تو ذرا کر کے اس سے کوئی یارانہ

اور اس راہ کا ہر راہی ببانگ دُہل پکار رہا تھا۔

ے
جان کی قیمت دیارِ عشق میں ہے کوئے دوست
اس نوید جان فزا سے سروبالِ دوش ہے

غرض سلیمانی رہنمائی، سالکین وذاکرین کو نہ صرف الفاظِ ذکر سے آگاہ کرتی تھی بلکہ حقیقت ذکر کا شناسا بنا کر بادۂ الست کے ان میگساروں کو 'مستورازل' (اللہ تعالیٰ) کا والہ وشیدا بنا کر اسی کی ذات میں مگن، اس کی یاد میں شاغل، اس کی مرضیات کا طالب، اس کے احکام کا متبع اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ وعلیہ وسلم کا شیدائی وفرمانبردار بنا دیتی تھی جن کی خلوت وجلوت، ظاہر وباطن تجلیاتِ ربانی سے پرانوار اور راز کارِ الٰہی سے روشن ہوتا تھا۔ قربِ بے غیبت اور ''حضوریِ قلب'' سے ان کا دل متجلّی، کیفیتِ احسان وحقیقتِ ذکر سے ان کا باطن آئینہ اور تحسینِ اعمال سے ان کی پیشانیاں نورانی ہوتی تھیں۔ ''سلیمانی تلقین ذکر کے کچھ نمونے آئندہ سطور میں دیکھنے والوں کو نظر آئیں گے۔''

ایک مرید کو مختلف خطوط میں وقتاً فوقتاً اور تدریجاً ذکر کی تلقین و رہنمائی فرماتے ہیں۔ ان اقتباسات کا بنظر غائر مطالعہ جہاں طالب کے تدریجی مدارج ذکر کو نمایاں کرتا ہے وہاں شیخِ حاذق و کامل کے کمال تربیت وشفقت اور دقت رسی اور فن دانی پر بھی شاہدِ ناطق ہے۔ ابتداً ذکر کی تلقین کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''آپ پندرہ منٹ مراقبہ کیلئے وقت نکالتے ہیں۔ اگر کچھ وقت اور ملے جیسے صبح کی نماز کے وقت یا تہجد میں یا کسی اور وقت تو ایک ہزار دفعہ ''اللہ اللہ'' ذرا ہلکے نغمہ سے اس حد تک کہیں کہ آپ کے کان میں آواز آئے، تسبیح پر گن کر ذکر کر لیا کیجئے آنکھیں بند ہوں اور یہ تصور ہو کہ اللہ کا کلمہ نورانی حروف میں آپ کے سینے پر لکھا ہے۔ اگر آپ تعلیم یا کسی اور کام میں مصروف ہوں تو اس میں نقصان نہ ہو۔ ہر کام میں خدا کی رضا کی نیت رہے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے دین کا راستہ کھلے گا''۔

دوسرے والا نامہ میں تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عنایت فرمائیں اسی طرح وقت اور فرصت کے ساتھ ساتھ اس ذکر

کی تعداد کو بڑھاتے جائیے بشرطیکہ کسی دوسرے کام میں حرج نہ ہو۔''

ایک اور مکتوب میں ان ہی کو لکھتے ہیں:

'' ہر وقت ذکر کی مصروفیت یعنی دوامِ ذکر قلب بڑی نعمت ہے جو آپ کو مل رہی ہے اس کو جاری رکھیئے''۔دوام ذکر اور کثرتِ اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:'' یہ بھی ذہن میں رہے کہ کشف والہام وغیرہ محض محمود ہیں مقصود نہیں ان باتوں کو قربِ الٰہی میں کوئی دخل نہیں۔ قرب الٰہی صرف ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ ہے اس لئے دوامِ ذکر اور کثرت اعمالِ صالحہ کی فکر میں رہنا چاہیے۔'' ان ہی کو تاکید کرتے ہیں:'' کیفیات واحوال کی طرف توجہ نہ کیجئے اور صرف حسنِ عمل اور کثرتِ ذکر کی طرف توجہ رکھیئے۔'' ایک اور گرامی نامہ میں تسلی دیتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:''تعلیم کے مشغلہ کی نسبت یہ خیال کریں کہ یہ حصولِ رزق کی کوشش ہے اس نیت سے یہ تعلیمی جدوجہد بھی عبادت میں شمار ہوگی۔ بااین ہمہ اوقاتِ نماز ونوافل وذکر قائم رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نعمت (یعنی دوام ذکر) آپ کو حاصل رہے گی۔'' ہر جملہ بلکہ ہر ہر لفظ ونکتہ شفقت وحذاقتِ فن میں اپنی مثال آپ ہے ہائے کیا دن تھے۔

ے حیف درچشم زدن صحبتِ گل آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد

ترجمہ: افسوس کہ پلک جھپکنے میں پھول (محبوب) کی ملاقات ختم ہوگئی۔ ابھی جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا اور بہار ختم ہوگئی۔

ایک دوسرے طالب کو مختلف مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں:''عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد تسبیح فاطمہ یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ،۳۳ دفعہ الحمد اللّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر پڑھا کریں اور چلتے پھرتے اور سوتے وقت استغفار'' اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیّ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْ بُ اِلَيْهِ '' پڑھا کریں۔ سوتے وقت ستر دفعہ پڑھا کریں اور سوتے جاگتے وقت کی دعائیں یاد کریں''۔

'' اگر آپ ذکر کرتے ہوں تو اس کی تعداد بڑھادیں اور بکثرت تسبیح '' سبحان اللّٰہ،

الحمدللّٰہ ، اللّٰہ اکبر ، لاالہ الا اللّٰہ ''اکثر زبان سے پڑھا کریں۔ ذکر نہ کرتے ہوں تو ذکر کی صورت مجھ سے سمجھ لیں۔''

ان ہی کو دوسرے مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں: ''آپ کو میں نے کل ذکر کی زبانی اجازت دی تھی اب تحریری دیتا ہوں، بعد تہجد پہلے گیارہ دفعہ '' اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْ بُ اِلَیْہِ '' پھر ۱۱ دفعہ اللّٰھم ّ صلِّ علی محمّدٍ ۨالنّبی الامّیِ و علی اٰلہٖ و صحبہٖ و بارِک و سَلِّم پڑھ کر تین دفعہ یہ دعا پڑھیں:۔ اللّٰھم نوّر قلبیِ باَنوار معرفتک و طھّر قلبِی عمّا سواکَ ، پھر ڈھائی ہزار دفعہ 'اللّٰہ' ذرا ہلکی آواز سے پڑھیں ضرب کے ساتھ یا بلا ضرب (مگر یہ سمجھیں کہ ضرب کوئی دینی امر نہیں ہے بلکہ محض علاج کے طور پر ہے کہ مؤثر ہو) اس کے بعد درودِ مذکور پڑھ کر ختم کر دیں۔ ذکر کے وقت یہ تصور کریں کہ عرش سے نور آپ کے قلب پر پڑ رہا ہے (یہ تصور بھی دینی امر نہیں بلکہ بطور معالجہ کے ہے، تا کہ یکسوئی ہو......''

اسی طالب کو ایک دوسرے گرامی نامہ میں شفیق و محقق شیخؒ تحریر فرماتے ہیں: ''استقامت اور مداومت حصول مقصد کا سب سے کارگر ذریعہ ہے اگر نیند کا غلبہ ہو تو نوافل تہجد کی جگہ پر دن کو بعد اشراق پڑھیں یا نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے پڑھ لیں۔ ذکر کا وقت دن کو کسی سکون کے وقت مقرر کر لیں۔ نور کے تصور کا استحضار نہیں ہوتا تو کوئی حرج نہیں یہ خود مقصود نہیں ہے مقصود تو یکسوئی ہے توجہ ذکر کے وقت دراصل مذکور یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو ورنہ ذاکر یعنی قلب کی طرف ہو، ورنہ ذکر کی طرف ہو۔''

ان اقتباسات سے یہ بات مبرہن ہو جاتی ہے کہ حضرت الشیخ قدس سرہٗ ابتدا ہی میں طالب پر اصول و مقاصد اور ذرائع و آلات کا امتیاز و فرق واضح فرما دیتے تھے تا کہ راہی کا کوئی قدم غلط سمت کی طرف نہ اٹھے اور ذرائع کو مقاصد قرار دے کر طریق کی ''صراط مستقیم'' سے بھٹک نہ جائے اور موصل کو اصل سمجھ کر اپنے اوقات کے ضیاع میں مبتلا نہ ہو جائے۔ آج ایک کثیر طبقہ انہیں اغلاط کے پیچاک (الجھن) میں مبتلا ہو کر سلوک کو ''عقدۂ لاینحل'' اور ''بھول بھلیاں'' بنا چکا ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقُّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

(جاری ہے)

بیان (۲۹-۰۴-۲۰۰۸) (پہلی قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہٖ الکریم!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے انسانوں کو اس دنیا میں ایک آزمائش اور امتحان کیلئے بھیجا ہوا ہے۔ فرمایا تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیَاةَ جس نے پیدا کی موت اور زندگی۔ لِیَبْلُوَکُمْ، تاکہ آزمائے تم کو۔ اَیُّکُمْ کون تم میں سے اَحْسَنُ عَمَلاً اچھے عمل کرنے والا ہے۔ اس زندگی میں جتنے حالات انسان پر آتے ہیں وہ سارے کے سارے آزمائش ہیں۔ آدمی پر تکلیف کا حال ہے تو وہ آزمائش ہے راحت کا حال ہے تو وہ آزمائش ہے مالداری کا حال ہے تو آزمائش ہے غربت کا حال ہے تو آزمائش ہے، کسی کو اقتدار، حکومت دی ہے وہ آزمائش ہے کسی کو ماتحت بنایا ہے وہ آزمائش ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس جگہ پر انسان کیسے استعمال ہو رہا ہے کیسا عمل کر رہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام گزر رہے تھے اور ایک تالاب جس میں بچے نہا رہے ہیں، بڑے خوش ہو رہے ہیں، اچھل رہے ہیں کود رہے ہیں ایک نابینا بچہ کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ ان کو بڑا ترس آیا، بڑا دل دکھا کہ اس بچے کی آنکھیں بھی ٹھیک ہوں یہ بھی ان کے ساتھ نہائے دھوئے خوش ہو۔ تو انہوں نے اللہ کے حضور دعا مانگی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا آنکھیں روشن ہوگئی۔ سفر پر چلے گئے اپنے سفر سے واپس آ رہے تھے اس تالاب پر سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بچہ جو تھا جس کی آنکھیں روشن ہوئی تھی اس نے اتنا سخت ہنگامہ کھڑا کیا ہوا ہے کہ سارے تالاب کے بچوں کو پریشان کیا ہوا ہے تو انہوں نے دعا مانگی یا اللہ یہ جیسے پہلے تھا ویسا ہی ہو جائے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا سب کو راحت ملی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راز ہیں جس کو جس حال میں رکھا ہے وہی اس کیلئے بہتر ہے، اس کے گرد و پیش کے لوگوں کیلئے

بہتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان رازوں کو ہم اور آپ نہیں سمجھتے اور نہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان رازوں کو کسی پر کھولنا چاہتا ہے نہ کسی کو بتانا چاہتا ہے۔ ایک آدمی نے بڑی منت سماجت کی اپنے وقت کے پیغمبر کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ جانوروں کی بولیوں کی سمجھ دے دیں انہوں نے فرمایا چھوڑیں اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن وہ نہیں مانا اور ضد کرنے لگا کہ اگر سمجھ آجائے تو اچھا ہو۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے غیب کے راز ہیں لیکن یہ آدمی پیچھے پڑ گیا اور اس کے پیچھے پڑنے کیوجہ سے انہوں نے دعا مانگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر یہ راز کھول دیا۔ یہ اپنے گھر میں آیا تو اس کے گھر میں جانور تھے، اس کا کتا اس کے مرغے سے بات کرر ہا تھا کہ کوئی کھانے پینے کا مزہ نہیں ہے کچھ بھی نہیں مل رہا ہے تو اس نے کہا غم نہ کرو مالک کا بیل مرے گا اور بس پھر سب کھائیں گے آپ بھی کھائیں گے ہم بھی کھائیں گے۔ جانوروں میں سے مرغ کو کشف بہت ہوتا ہے۔ اس آدمی نے سنی اس کی بات سمجھ گیا اس نے کہا او ہو بیل تو مر رہا ہے اس نے جا کر بیچ دیا۔ تو پھر کتے کا اور مرغ کا مذاکرہ آپس میں ہوا کتا مرغے کو کہتا ہے تو بڑا جھوٹا ہے تو کہہ رہا تھا بیل مرے گا کہاں مرا بیل اسی طرح بھوکے ہیں، خوار حالت ہے اس نے کہا فکر نہ کرو اب اس کا گھوڑا مرے گا پھر بس تو بھی کھائے گا ہم بھی کھائیں گے مزے ہوں گے اس مالک نے بات سنی تو اس نے کہا یہ تو گھوڑا مر رہا ہے شکر ہے پتہ چل گیا اس نے جا کر بیچ دیا ہے۔ بڑا خوش ہوا کہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے کتنے مزے ہو گئے ہیں دو نقصانوں سے تو بچ گیا۔ کتے نے پھر مرغے سے کہا بس تو جھوٹا ہے تو نے کہا گھوڑا مرے گا وہ تو نہیں مرا کیا ہوا؟ اس نے کہا غم نہ کھاؤ یہ مالک ہمارا مرے گا، بڑی خیراتیں ہوں گی، پھر تو بھی کھائے گا میں بھی کھاؤں گا سب کھائیں گے۔ اب جو اس کو پتہ چلا تو بری حالت ہوگئی کہ اب کیا ہوگا؟ اسی لئے تو اللہ نے اس کو راز میں رکھا ہے کہ آدمی گھنٹے بعد مر رہا ہوتا ہے اور وہ منصوبے بنا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نظام کو پردۂ غیب میں رکھا ہے، جس آدمی کے لئے جو حال مقرر کیا ہے وہی اس کے لئے بہتر ہے۔ اس لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ آپ

پر تکلیف کا حال ہے اس کے دور ہونے کی دعا تو کرتے رہا کریں دور ہونے کے سبب اختیار کرتے رہا کریں اور دعا کرتے رہا کریں وہ اس لئے نہیں کہ یہ دور ہو بلکہ دعا کرنے میں بے اندازہ اجرو ثواب ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے۔ تکالیف، مصیبتوں سے بچنے کیلئے اسباب اختیار کرنا بے اندازہ اجر و ثواب ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے، اس کے بعد بھی نہیں ہو رہا تو بس اللہ تبارک و تعالیٰ کی چاہت ہی ایسی ہے اللہ کا فیصلہ ہی ایسا ہے بس اسی میں انشاء اللہ بہتری ہے۔ سال میں ایک دفعہ بادشاہ والا واقعہ سنایا کرتے ہیں نا بہتری والا اس دفعہ تو پورے دو سال ہو گئے نہیں سنایا کہ ایک بادشاہ تھا اس کے وزیر تھے ایک وزیر بہت نیک اللہ والا آدمی تھا۔ یہ اللہ والا وزیر جو تھا اس کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ جب اس سے کوئی کہتا کہ یہ بات ہوگئی تو وہ کہتا اسی میں خیر ہے۔ ٹانگ ٹوٹ گئی تو اسی میں خیر ہے، گھر گر گیا تو اسی میں خیر ہے، چلے اس واقعہ کو یاد رکھیں دوسرا واقعہ آپ کو سنائیں ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کا بیان کردہ۔ گجرات میں ایک بزرگ دفن ہیں ان کو شاہ دولاؒ کہتے ہیں، شیشوں والا چوک ہے بازار میں اس میں دفن ہیں اور شاہ دولاؒ براہ راست شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خلیفہ ہیں، ان کے خلیفہ ماشوگگر (پشاور) میں ہیں شیخ حبیبؒ نام ہے غالباً، ان کے خلیفہ پھر شیخ جنیدؒ ہیں یہ محلّہ شیخ آباد میں ہیں، ان کے خلیفہ عمر زئی والے بزرگ ہیں، اُن کے خلیفہ تورڈھیر والے بزرگ ہیں، اُن کے خلیفہ سوات کے سیدو بابا صاحبؒ ہیں اور اُن کے خلیفہ پھر شاہ عبدالرحیم ولایتی صاحب، پھر شاہ عبدالرحیم رائے پوری صاحب پھر شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہیں جن کی خانقاہ رائے پور (ہندوستان) میں ہے۔ قادریہ سلسلے کا مرکز صوبہ سرحد رہا ہے یہاں سے ہندوستان کو گیا ہے۔ سیلاب آ گیا لوگ شاہ دولہؒ کے پاس گئے کہ حضرت صاحب سیلاب آ گیا گجرات پر، اس سیلاب کو روکیں۔ تو اُن کو ساتھ لے گئے تو انہوں نے کہا کدال لاؤ، کدال لائی گئی سیلاب ادھر آ رہا تھا راستے میں اس کو جو مٹی روک رہی تھی اس کو کھودنا شروع کر دیا پانی کا راستہ درست کرنے کیلئے، سیلاب بہت زیادہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت صاحب یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ''جدھر مولا

اُدھر دولہ'' جیسے اللہ کا فیصلہ ہے،ہم بھی اسی کے ساتھ ہیں جب اللہ پاک کا فیصلہ سیلاب کا آیا ہوا ہے تو بس اب کیا کریں۔اللہ کی شان ان کا یہ فرمانا اور سیلاب رک گیا۔

دوسرا واقعہ کیا تھا؟ ہاں بادشاہ والا۔اچھا یہ وزیر بڑا اللہ والا تھا بادشاہ پر اس کا بڑا اثر تھا۔ جس آدمی کا کسی دربار میں کسی جگہ پر اثر زیادہ ہو لوگ حسد کرنے والے بہت ہو جاتے ہیں اس کے خلاف منصوبے بنا رہے ہوتے ہیں تو باقی وزیر اس کے خلاف منصوبے بناتے رہتے تھے۔ایک دفعہ بادشاہ نے کہا میں بیمار ہوں تو وزیر صاحب نے کہا اسی میں خیر ہے دوسرے وزیروں نے خوشامدیں کیں کہ جہاں پناہ یہ بیماری دور ہو جائے فلاں حکیم ہے فلاں حکیم ہے۔تو انہوں نے کہا کہ دیکھیں یہ آپ کا خیر خواہ نہیں ہے آپ نے کہا بیماری ہے تو اس نے کہا اسی میں خیر ہے۔پھر ایک دفعہ اس طرح ہوا کہ بادشاہ کی انگلی کٹ گئی تو سب وزیروں نے خوشامدی بیان وغیرہ دئے اس اللہ والے وزیر نے کہا بادشاہ سلامت اسی میں خیر ہے، باقی وزیروں نے کہا کہ بادشاہ سلامت کی انگلی کٹ گئی ہے اور وزیر صاحب کہہ رہے ہیں کہ اسی میں خیر ہے اب دیکھیں جی یہ آپ کا خیر خواہ ہے؟ بادشاہ کا دل اس کے خلاف کر دیا۔بادشاہ سلامت شکار پر جا رہے تھے سارے وزیر ساتھ گئے۔یہ وزیر بھی شکار پر گیا تو انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا ہوا تھا کہ اس کو فلاں اندھے کنویں میں گرا دیں۔کنویں کے پاس سے گزر رہے تھے ان کے آدمیوں نے دھکا دیا اور گرا دیا۔آگے شکار میں بادشاہ بھٹکا اور بھٹکنے کے بعد اتنا دور چلا گیا کہ کسی دوسری مملکت میں گرفتار ہو گیا اسی شکاری لباس میں۔گرفتار کر کے اس کو لے گئے۔تو مقامی لوگوں نے اپنے بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! آپ نے کہا تھا کہ کسی آدمی کی قربانی دیں گے پھر کہا تھا کہ اپنی مملکت کے آدمی کو قربان نہیں کرتے پھر عوام میں ردعمل پیدا ہوتا ہے۔اب یہ ایک باہر کا آدمی آیا ہے اس کی قربانی کر لینی چاہیے انہوں نے کہا ہاں بالکل ٹھیک ہے اس کی قربانی کر لینی چاہیئے پادری کو دکھاؤ،اس کو پنڈتوں پادریوں کو جو دکھایا گیا انہوں نے جو دیکھا انہوں نے کہا اُوہو اس کی انگلی کٹی ہوئی ہے اس کی قربانی نہیں لگتی۔لہٰذا چھوڑ دیا کہ آدمی قربانی کے

قابل بھی نہیں ہے کیا اس کا کھانے پینے کا خرچہ برداشت کریں گے دفع کرو، رہا کر دیا۔ اس نے کہا اُوہو! وہ جو وزیر صاحب نے کہا تھا انگلی کٹی ہوئی ہے اس میں خیر ہے اس کی خیر تو آج نظر آئی اگر انگلی کٹی نہ ہوتی تو گردن کٹ رہی تھی آج تو انگلی نے گردن بچائی ہے۔ یہ وزیر تو کوئی اللہ والا آدمی تھا اور ہم نے کوتاہی کی اس کو گرا دیا خیر چلو لاش تو نکالنی چاہیے۔ آ گئے، رسی پھینکی آدمی اُترا لاش نکالنے، دیکھا تو وزیر صاحب زندہ سلامت، اس آزمائش میں بھی اللہ نے زندہ سلامت رکھا، باہر نکالا گیا بادشاہ نے معذرت کی کہ معاف کریں آدمیوں سے کوتاہی ہوگئی آپ کو دھکا لگ گیا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت بس اسی میں خیر تھی۔ تو بادشاہ نے کہا یار وہ انگلی کٹنے کی خیر تو میں دیکھ کر آ گیا تیرے کنویں میں گرنے کی کیا خیر ہے؟ تو اس نے کہا بادشاہ سلامت اگر میں ہوتا اوپر، میں تو کبھی آپ سے جدا نہیں ہوتا، میں ہوتا آپ کے ساتھ، ہوتا گرفتار، آپ کی تو انگلی کٹی ہوئی تھی میں تو صحیح سالم تھا میری تو قربانی لگنی تھی تو میرے کنویں میں گرنے میں یہ خیر تھی۔ بادشاہ نے کہا واقعی سبحان اللہ! مولوی صاحبان عربی کا جملہ بولا کرتے ہیں "الخیر فی ما وقع" کہ جو واقعہ ہو گیا اسی میں خیر تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع ۵ دسمبر بروز ہفتہ کو بعد نماز مغرب کوہاٹ کے قریب گاؤں کڑی شیخان میں منعقد ہوگا۔ شرکت کے خواہشمند ساتھی ہفتہ کے دن ظہر کی نماز مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی پہنچائیں۔ ظہر کے بعد روانگی ہوگی۔ براہ راست پہنچنے والے ساتھی خود ہی اُدھر پہنچ جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۱۵)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مختلف شیون ہوتی ہیں:

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مختلف شیون ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ کے مختلف رنگ ہوتے ہیں کسی پر کوئی رنگ غالب ہوتا ہے اور کسی پہ کوئی رنگ۔ حضرت جنیدؒ بغدادی کی مجلس میں لوگ آتے تھے تو اُن کو فیض ہوتا تھا لیکن دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، اُن پر وہ رنگ غالب آتا تھا۔ اور ابن سیرینؒ لطائف وظرائف بیان کر کے لوگوں کو ہنساتے تھے اور اُن کی باتوں سے بھی فیض ہوتا تھا۔ بعض بزرگ گوشہ نشین ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کو دین کی طرف دعوت دے کر بلاتے ہیں۔ بعض کا تعلق گوشہ نشینی والا ہوتا ہے کہ کسی سے ملتے ہی نہیں ہیں اور اُس کی مثال اویس قرنیؒ ہیں۔

شیون جمع ہے شان کی۔ جس کو آپ لوگ کہتے ہیں پیٹرن (Pattren) کہ Pattern of relations with Allah کہیں تو آپ سب سمجھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر شیون اور شان کہیں تو کہتے ہیں کہ پتہ نہیں اس کا کیا معنیٰ ہوتا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی شانیں ہیں کہ بعض آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ کمائے اور لوگوں پر خرچ کرے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائے۔ پشاور کا سیٹھی کریم بخش جو گزرا ہے جس نے اسلامیہ کالج کی مسجد بنائی ہے، اس کا واقعہ آپ کو پہلے بھی سنایا ہے کہ جب انگریز اسلامیہ کالج بنا رہے تھے تو یہ ظالم اپنے پیسے سے نہیں بناتے تھے، اسی ملک کا پیسہ ہوتا تھا اور عموماً چندہ کرتے تھے کہ اس مقصد کے لیے contribution دو۔ تو اُنھوں نے اسلامیہ کالج کے لیے پشاور شہر کے تاجروں اور زمینداروں کو کہا کہ اس کے لیے چندہ دو۔ اور سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کے ذریعے سے چندہ کی اپیل کروائی۔ سیٹھی کریم بخش بھی تاجر تھے اُن کو کہا کہ کالج کیلئے چندہ دو۔ تو اُنھوں نے سوچا کہ یا اللہ! انگریزوں کے کالج کے لیے چندہ کیسے دوں، اور نہ دوں تو پشاور میں کیسے رہوں۔

یہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بیعت تھے، خط کے ذریعے ان کو بتایا کہ میں اس مسئلے میں پھنس گیا ہوں، کوئی مشورہ دیں کہ کیا کروں۔ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کیلئے دعا کرتے ہیں اور آپ غور و فکر

کرتے رہیں کوئی بہتر صورت سامنے آجائے گی۔خیر.....کچھ دنوں کے بعد اُن کے دل میں خیال آیا کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ کالج تم بنادو، اس میں مسجد میں تعمیر کروادیتا ہوں۔اس طرح یہ مسجد بنوادی۔ یہ پشاور کی بہت مخیرّ شخصیت گزرے ہیں۔ مختلف اِداروں میں، دینی کاموں میں انہوں نے چندے دیئے ہیں، محتاجوں، مساکین اور بیماروں کی امداد بھی اکثر کرتے تھے۔

مولانا بجلی گھر صاحب نے خود مجھ سے یہ بات کہی کہ کسی وجہ سے وفات سے اٹھارہ سال بعد سیٹھی کریم بخش کی قبر کھودنی پڑی تھی۔ بالکل تروتازہ بدن تھا اور اُن کے بدن پر غسل کے پانی کے قطرے بھی تھے۔ بعض آدمیوں نے محض مال سے ولایت خریدی ہوتی ہے اور بعض ہماری طرح لوگوں نے دین کو بیچا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ بچائے....ہم اہلِ علم نے اور دین والے لوگوں نے دین کو بیچا ہوا ہوتا ہے اور اُس سے دنیا کمائی ہوئی ہوتی ہے۔ جبکہ بعض سمجھدار مالداروں نے اپنا مال خرچ کرکے ولایت، اللہ تعالیٰ کا تعلق اور آخرت خریدی ہوئی ہوتی ہے اور جنت خریدی ہوئی ہوتی ہے۔

مجلس کی تاثیر:

فرمایا کہ ہمارے ایک قریبی اور اچھے دوست تھے، ہسپتال میں ڈاکٹر تھے اور چار ماہ بھی لگائے ہوئے تھے لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ جب بھی اُس کے پاس گیا اور وہ مریضوں کو دیکھ رہے ہوں تو ظہر کی نماز کی تکبیر اُولیٰ ضائع ہوجاتی ہے۔ اُس کے ساتھ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اُس کے پاس جاتے ہی اور بیٹھنے کے ساتھ ہی اُس کو میں تکبیر اُولیٰ کے فضائل والی حدیث سُنا دیتا تھا۔ تو اُس دن اُس کو بھی توفیق ہوجاتی تھی اور مجھے بھی ہوجاتی تھی کہ بیٹھتے ہی میں کہتا کہ دیکھو یار! تکبیر اُولیٰ رہ جاتی ہے ہم سے اور تکبیر اُولیٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ **ا لتکبیرۃ الاولیٰ خیرٌ من الدنیا وما فیھا** ''کہ تکبیر اُولیٰ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔'' تو جس دن میں اُس سے ملتا تھا اور میرا خیال نہیں ہوتا تھا اور اُس کو یہ فضیلت نہیں سناتا تھا اُس دن تکبیرِ اولیٰ رہ جاتی تھی۔ اسی طرح ایک دوسرے ڈاکٹر صاحب تھے۔ وہ تارکُ الصلوٰۃ تھے۔ نماز کے مکمل تارک کہ جمعہ بھی نہ پڑھنا، عید بھی نہ پڑھنا۔ ہماری ڈیڑھ بجے نماز ہوتی ہے تو اگر اُن کے پاس میرا بارہ بجے یا ساڑھے بارہ بجے جانا ہوجاتا تھا تو یا جماعت ضائع ہوجاتی تھی یا تکبیرِ اُولیٰ رہ جاتی تھی۔ یہ مجلس کی تاثیر ہوتی ہے۔

فرائضِ منصبی میں سُستی کرنا:

فرمایا کہ ہمارے ایک ساتھی ہیں وہ ٹیلی فون کیا کرتے تھے کہ FCPS-II کا امتحان قریب آ گیا ہے اس کے لیے دعا کریں تا کہ میں پاس ہو جاؤں۔ محکمہ والوں نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے، بڑی کھپ ڈالی ہوئی ہے سَر۔ آگے بھیجا ہوا ہے ڈیوٹی پر۔ سارا دن وہاں جھک مارنا پڑتی ہے۔ یہ کرنا پڑتا ہے، وہ کرنا پڑتا ہے۔ جب اُس نے یہ باتیں کیں تو مجھے دل میں خطرہ ہوا کہ یہ آدمی پاس نہیں ہوگا کیونکہ فریضۂ منصبی جس کے لیے اس کو تنخواہ دی جا رہی ہے اس کو کھپ کہہ رہا ہے اور جھک مارنا کہہ رہا ہے۔ پشتو میں جس کو کہتے ہیں "خـــوار یــدل" یعنی جھک مارنا اور کھپ لگائی ہوئی ہے کہہ رہا ہے۔ میرے بھائی اسکی تو آپ نے تنخواہ لی ہوئی ہے اور جب آپ نے فرائض و واجبات و سنتِ مؤکدہ پورے کر لیے تو اُس کے بعد یہ آپ کی عبادت ہے۔

مزدور اور کام کرنے والے کے بارے میں فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اوسط کارکردگی کے ساتھ کام کرے کہ نہ تو اتنی شدت کے ساتھ کرے کہ اُس میں صحت متاثر ہونے کا خدشہ ہو اور نہ اتنی سستی کے ساتھ کرے کہ مالک کا سارا حق ہی ضائع ہو جائے یا اُس میں کمی آ جائے۔ اوسط کوشش اوسط محنت کے ساتھ ضرور کرے۔ اوسط سے زیادہ کر رہا ہے تو مزید اجر و ثواب ہے اور اگر اوسط سے کم کر رہا ہے تو سستی کا گنہگار ہو رہا ہے۔ چلیں یہ بات ایک اعتراضی آ گئی مگر آپ کو سنا دوں کہ مثال سے آدمی مسئلے کو سمجھتا ہے۔ ہمارے گاؤں کے ایک ماسٹر صاحب چار مہینے لگا کر آئے تو ساتھیوں نے شکایتیں شروع کیں کہ سکول میں کام نہیں کرتا۔ میرا دوست تھا، مجھ سے کہنے لگا کہ ہم یہ کیا باطل نظام پڑھا رہے ہیں، میں نے کہا ماشاءاللہ! اب حساب سکھانا، اُردو سکھانا، لکھنا سکھانا، اور پڑھنا سکھانا کہ کل ان چیزوں کو ضروریاتِ زندگی میں استعمال کریگا اُس کو آپ باطل نظام کہہ رہے ہیں کہ یہ غیر ضروری باتیں ہیں۔ اور مفتی بھی آپ خود ہی بن گئے، کسی مفتی سے مسئلہ تو پوچھ لیتے۔ اس افراط و تفریط سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ نے سالانہ اجتماع کے بیان میں اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھی مختلف جگہوں پر اپنے فرائض منصبی میں سستی کرتے ہیں، یہ وہ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں ہم اس بات کو نہیں چاہتے۔ یہ ہماری مرضی سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں۔

دین و دُنیا کا تعلق:

فرمایا کہ عام طور پر ہم کہتے ہیں دنیا فانی ہے، بے مقصد اور عارضی اور فضول ہے۔ اویس قرنیؒ نے ساری عمر ایک چرواہے کی زندگی گزاری اور ابراہیمؒ ابن ادھم نے بلخ کی بادشاہت کو چھوڑا۔ یہ تو کچھ جدا شخصیات ہوتی ہیں۔ جس طرح مغربی ممالک میں ہے کہ داہنی آنکھ کا ایک سرجن ہوتا ہے اور بائیں آنکھ کا دوسرا سرجن ہوتا ہے Specialist of right eye کہ داہنی آنکھ کا ماہر کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میری ساری توجہ داہنی آنکھ کی طرف ہوتی ہے اور میرے ہاتھوں کی مہارت بھی اسی طرف ہے۔ تو اگر میں داہنی آنکھ کے کیس کرتا ہوں تو دس روزانہ کرسکتا ہوں اور اگر بائیں آنکھ کا کرتا ہوں تو سپیڈ کم ہوجاتی ہے اور پھر چھ کرسکتا ہوں۔ تو اسی طرح ترکِ دنیا کے امام ہوتے ہیں، محبتِ الٰہی کے امام ہوتے ہیں اور علم کے لیے جان پر کھیل کر مجاہدات کرنے کے امام ہوتے ہیں۔ تو یہ خاص لوگ ہوتے ہیں ورنہ عمومی طرز جو ہے وہ زندگی کے سارے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسائل کی روشنی میں کرنا ہی دین ہے۔ کاروبار، ملازمت بھی ہے، روزی کمانا بھی ہے، بیاہ شادی بھی ہے، بال بچوں سے پیار و محبت بھی ہے، پڑوسی اور اِردگرد والوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنا ہے۔

مولانا یوسف بنوریؒ بیمار ہوئے اور دل کا دورہ پڑا۔ ہسپتال میں داخل تھے تو اُن کی خدمت جو ڈاکٹر صاحبان کر رہے تھے، وہ دیندار ڈاکٹر تھے اور بڑے ذوق وشوق سے خدمت کر رہے تھے۔ رات کے بارہ بجے یا دو بجے تکلیف ہوجاتی اور ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی تو ڈیوٹی پر آجاتے تھے۔ جب وہ صحت یاب ہوکر جا رہے تھے تو اُنھوں نے ڈاکٹر صاحبان سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں اہلِ علم نہ ہوتا تو ڈاکٹری سیکھتا۔ کہ جس طرح تم لوگوں نے میری خدمت کی ہے میں بھی ایسی خدمت کرتا۔ تو اللہ والے آخرت کے لحاظ سے بڑے ہوشیار ہوتے ہیں کسی چیز کو سیکھنا اور حاصل کرنا تو نہیں ہوا مگر اُس کو نیت کرکے اُس کی حسرت دل میں لاکر اُس کا ثواب مفت میں لے لیا۔ اور ایسے ہی جو یہ آیت آئی ہے کہ "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" کہ اللہ نے ہمیں دین اس لئے نہیں دیا ہے کہ ہمیں تکلیف میں ڈال دے"۔ تو دین اور دینی زندگی کے اسلامی معاشرہ پر عمومی اثرات، روزی کی فراخی، آسودگی، صحت اور اچھے خوشگوار حالات ہیں۔ مجاہدات و تکالیف بھی اللہ والوں پر آتی ہیں لیکن عمومی طور پر دین کے یہ اثرات ہونے چاہئیں۔ اگر

مسلمان آسودہ نہیں ہیں، امن و امان نہیں ہے، روزی کی فراخی نہیں ہے صحت نہیں ہے تو ان کے دین میں کہیں فرق ہوتا ہے۔

تخیّل کی قوت کا صحیح استعمال:

فرمایا کہ قوتِ متخیّلہ انسان کے اندر بہت بڑی قوت ہے۔ تخیّل کی قوت اگر صحیح طور پر کسی کے قابو میں آجائے تو کینسر تک کا علاج ممکن ہے۔ بعض آدمی ایسا اعتقاد والا آتا ہے کہ اُس کو ہم جو بات کہیں ......بس اُس کے دل میں ''آمنا وَ صَدَّقنا'' ہے اور کبھی کبھی میں آزمائش کے لیے دم کے لئے آئے ہوئے آدمی کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہوں اور کبھی آدمی کو برا بھلا کہتا ہوں تو یہ آدمی کے اخلاص اور اعتقاد کو جانچنے کے لئے کرتا ہوں۔ کہ ''سہ خر دے مہ تا راغلئی دے شکل تہ گورہ، زان تہ گورہ'' (کیا گدھا ہے، میرے پاس آیا ہے شکل کو دیکھو، خود کو دیکھو) تو ساتھ ساتھ اُس کے چہرے کو ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ اس کا کیا تاثر ہو رہا ہے اور اگر یہ تاثر ہو رہا ہے کہ ''تہ کم یو خان بچئی راغلئی یے چہ ما باندے غصے کوے'' (کہ تو کس خان کا بیٹا آیا ہے کہ مجھ پر غصے کرتا ہے) تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی اعتقاد لے کر نہیں آیا ہوا۔

مقصد والی بات میں آدمی چل رہا ہو تو آدمی کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی:

فرمایا کہ حضرت مولانا الیاسؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کو کسی کام کے لیے کوئی آدمی لے گیا تو اُنھوں نے کہا کہ بڑی گرمی ہے، بڑی گرمی ہے، ہماری تو شامت ہوگئی۔ تو وہ آدمی جو کہ کوئی قریبی رشتہ دار تھا اس نے کہا کہ تبلیغ میں پھرتے رہتے ہو اور وہاں کوئی گرمی نہیں لگتی لیکن آج گرمی لگ رہی ہے۔ تو مولانا صاحبؒ نے جواب دیا کہ اُس وقت تو احساس ہی نہیں ہوتا ہے کہ گرمی ہے۔ مطلب یہ کہ مقصد والی بات میں آدمی چل رہا ہو تو آدمی کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ کسی آدمی کو آپ جون، جولائی کے مہینے میں دس سے چار بجے تک دھوپ میں کھڑا کر دیں تو دو تین گھنٹے کے بعد اُس کو سن اِسٹروک ہو جائے گا اور بیہوش ہو جائے گا۔ لیکن اگر اسی آدمی کے سر پر آپ بیس کلو وزن بھی ڈال دیں اور اس کو اُوپر چڑھنے اُترنے کا بھی کہہ دیں کہ آپ آج کے دن تیس بار چڑھیں گے، اُتریں گے اور سر پر بیس کلو بوجھ بھی ہوگا۔ لیکن آپ کو شام کو سو روپے دیہاڑی دی جائیگی۔ تو پھر اُس کو سَن اِسٹروک بالکل نہیں ہوگا کیونکہ اب مقصد و معاوضہ ساتھ شامل ہوگیا ہے لہٰذا اعصابی تناؤ اور ٹینشن محسوس نہیں کریگا۔

(جاری ہے)

تبصرہ کتب

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

۱۔ القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہؓ کی طرف جناب حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہٗ کے مواعظ کا مجموعہ 'گنجینۂ علم وعرفان' موصول ہوا۔ اس مجموعہ کی ترتیب وتالیف جناب حافظ محمد طیب حقانی صاحب فرزندِ ارجمند جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے کی ہے۔

جناب شیر علی شاہ صاحب آج کے دور میں صرف صوبہ سرحد اور پاکستان نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ اہلِ علم تو بہت ہوتے ہیں لیکن علم جب عمل، مجاہدہ اور بزرگوں کی تربیت کے بعد عمل، معرفت اور حکمت بن جائے تو ایسی شخصیات پورے دور کے لئے برکت اور رحمت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ جناب مولانا شیر علی شاہ صاحب کی ذات ہم سب کے لئے اور اس پورے دور کے لئے برکت اور رحمت کا ذریعہ ہے۔

اصل منبع علم تو قرآن وحدیث ہیں لیکن جب عملی شخصیات ان کو پڑھ سیکھ کر اور عمل کر کے، برت کر اس کے نتائج کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے اور تجربہ کر کے بیان کرتے ہیں تو یہ مواعظ عوام الناس کے لئے بہت زیادہ افادہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔

گنجینۂ علم وعرفان بھی اسی قسم کی تحریر ہے۔ اس میں کچھ حضرت موصوف کے سفرنامے، کچھ اہم مواقع وتقاریب اور جلسوں کی تقریریں، اپنے اکابر جناب عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، جناب عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وواقعات اور دیگر کئی موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں۔

زبان انتہائی آسان، تحریر نہایت دلچسپ، علمی نِکات سے بھرپور اور پر کشش ہے۔ آج کے دور کے اہلِ علم اور عوام الناس کو ایسی تحریر سے فائدہ اُٹھائے بغیر نہیں رہنا چاہیئے۔

۲۔ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ تخصص کے طالب علم جناب مولوی عبدالوحید صاحب کے ہاتھوں جناب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ العالی کا ترجمہ اور تفسیر ہدیہ میں ملے۔ بہت دل خوش ہوا۔ وہ حضرات جو سلسلے میں بندہ سے بیعت ہیں (باقی صفحہ ۲۷ پر)

سفرِ حج

(پروفیسر ڈاکٹر قیصر علی خان صاحب، شعبۂ سول انجینئرنگ، انجینئرنگ یونیورسٹی پشاور)

دسمبر ۲۰۰۷ء میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا حج ادا کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اور زیرِ نظر مضمون میں اسی حج کے متعلق کچھ واقعات قلمبند کرنے کی نیت تھی۔ لیکن جیسے ہی لکھنے بیٹھا، پہلا حج جو اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ العالی کی معیت میں مئی ۱۹۹۵ء میں ادا کیا تھا، کی پٹی (Reel) بھی ذہن میں چلنے لگی۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ پہلے اُس حج کے چند واقعات قارئین کے گوش گزار کرلوں۔

یہ نومبر ۱۹۹۴ء کی بات ہے۔ اُن دنوں ڈاکٹر صاحب نے اپنی گائے کے لئے یونیورسٹی کے قریب شفتل کا ایک کھیت اجارے پر لیا تھا۔ عصر کو ڈاکٹر صاحب سائیکل پر جا کر کھیت سے شفتل لایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی میں بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ ایک دن میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ تھا، مجھے شفتل کاٹنا نہیں آتا تھا۔ اسلیے میں ایسے ہی بیٹھا ہوا تھا اور ڈاکٹر صاحب شفتل کاٹ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہی دنوں حج کے لیے داخلہ کیا ہوا تھا، حج کی باتیں ہورہی تھی۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے تو حج کے لئے داخلہ نہیں کیا ہوا، اور نہ ہی میرے حج پر جانے کی کوئی ممکن صورت دکھائی دیتی ہے تو کیا ان حالات میں میں حج پر جانے کی دعا کرسکتا ہوں اور کیا یہ دعا اُس زمرے میں تو نہیں آتی کہ جن کے لیے اسباب کا پورا کرنا ضروری ہے؟ جیسے کوئی صاحب اولاد بننے کے لے دعا کرے لیکن شادی نہ کی ہو۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں یہ دعا اُس زمرے میں نہیں آتی، آپ دعا مانگ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر داخلے کے آپ کو حج کرادے۔ لہٰذا میں نے شدومد سے حج جانے کی دعا شروع کی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے بار بار یہ بات سنی تھی کہ ہمارے حضرت مولانا اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے خادم محترم عزیز صاحب مرحوم اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ع　　　"مدینے والے سے لو لگالے۔ مدینے والا بلا ہی لے گا۔"

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب وغریب طریقے سے اُسے حج کی سعادت عطا فرمائی۔ وہ اس طرح کہ مولانا صاحبؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کا بہت مشکل مسئلہ حل کردیا۔ شکرانے کے طور پر اُس آدمی نے مولانا صاحبؒ اور چھ رفقاء کے لئے حج پر جانے کے انتظامات اپنے خرچے سے کیے اور اسی

میں عزیز صاحب بھی شامل ہو گئے۔ لہٰذا میں بھی بڑے شوق سے یہ شعر پڑھتا اور دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی ایسے ہی مہربان ہو جائے۔ اُن دنوں میں حیات آباد میں رہتا تھا۔ ایک دن میں گھر جا رہا تھا کہ حیات آباد میں ہمارے گھر کے قریب ایک خیرات مانگنے والا آدمی بڑے ذوق وشوق سے نعت پڑھ رہا تھا۔ میں نے اُسے چند روپے دئے، اس سے اپنے لیے دعا کروائی اور پھر عزیز صاحب والا شعر پڑھتا ہوا گھر چلا گیا۔ نہ جانے کیوں ہر گزرتے دن کے ساتھ میرا یقین پکا ہوتا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو میں بھی حج پر چلا جاؤں گا۔ ایک دن سعودی عرب سے میرے نام خط آیا۔ کہ شاہ فہد یونیورسٹی دہران میں ماسٹر کرنے کے لیے تمہارا داخلہ ہو چکا ہے اور جنوری میں وہاں حاضری دینی ہے۔ مجھے یاد بھی نہیں تھا کہ میں کوئی ڈیڑھ سال پہلے اس یونیورسٹی میں داخلے کے لئے فارم بھجوایا تھا۔ بہر حال اس طرح میرے حج پر جانے کے اسباب بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

یہ حج میں نے اس حال میں کیا کہ میرے پاس ایک احرام ایک جوڑا کپڑے اور ایک بیلٹ جس میں میرا پاسپورٹ اور کچھ رقم تھی، کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ حج شروع ہونے سے پہلے میں مسجد حرام میں ہی سویا کرتا۔ مجھ جیسے آرام طلب انسان کے لیے یہ سخت مجاہدہ تھا کیونکہ مسجد حرام میں جس جگہ بھی میں سوجاتا تقریباً دو گھنٹے بعد صفائی والے اس بے دردی سے اُٹھاتے کہ پھر لاکھ سونے کی کوشش کرتا نیند نہ آتی۔ جب حج شروع ہونے لگا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ اگر آپ حج کے دنوں میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں تو ہمیں معلم کے ساتھ بات کرنی پڑے گی تاکہ رہائش اور سواری کے پیسے اُن کو ادا کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے معلم کے ساتھ بات کی اور اُس نے ۵۰۰ ریال کے عوض مجھے حج کے دنوں میں یہ سہولتیں استعمال کرنے کی اجازت دی۔ یوں میں حج کے دنوں میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہی رہا۔

حج کے دنوں میں اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا کافی محنت طلب کام ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولانا صاحب کے خلیفہ انجینئر حاجی عبدالمنان صاحب کے وساطت سے ایک آدمی سے بات کی تھی۔ لہٰذا جب ہم ۱۰ ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہوئے تو قربانی کے لیے اُس آدمی کی جگہ پر پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اُس کی جگہ منیٰ سے دور بلکہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۵ کلومیٹر دور تھی۔ میں کافی تھکا ہوا تھا۔ ۹ اور ۱۰ ذی الحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ میں چند لمحے ہی سوئے تھے۔ اور عرفات مزدلفہ اور پھر منیٰ تک پیدل چلتے چلتے

میرا سارا جسم شدید درد کر رہا تھا۔ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ سے ہمیں ٹیکسی ملی اور یوں ہم تقریباً سارا دن چلنے کے بعد عصر کے قریب قربانی والی جگہ پر پہنچے۔ یہ ایک بہت بڑی جگہ تھی جس میں کافی سارے درخت لگے ہوئے تھے، سرسبز کھیت تھے اور لاتعداد بھیڑ بکریاں بھی ایک احاطے میں بندھی ہوئیں تھیں۔ ہمیں چونکہ چند اور لوگوں نے بھی قربانی کرنے کے لئے رقم دی ہوئی تھی۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ ہم پہلے جانور خریدیں گے اور پھر ہر آدمی کے لئے جانور مختص کر کے اُسکو علیٰحدہ علیٰحدہ ذبح کریں گے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے ایک جگہ بٹھا دیا اور خود جانور خریدنے کے لیے چلے گئے اور کہا کہ میں واپس آؤں تو جانوروں کو ادھر ذبح کریں گے۔ میں ریت کے ایک ڈھیر پر درختوں کے سائے میں بیٹھ گیا۔ نیچے صاف پانی کا ایک نالہ بھی بہہ رہا تھا جب ڈاکٹر صاحب واپس آئے تو میں اس حال میں تھا کہ ریت کے ڈھیر سے لڑھک کر نیچے آدھا نالے میں اور آدھا ریت پر سو رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے اُٹھایا کہ قربانیاں ہوگئیں ہیں۔ میں سخت شرمندہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے خود سارے جانور ذبح کئے اور مجھے اُس وقت تک نہ اُٹھایا جب تک کہ سارے جانور ذبح نہ ہوئے تھے۔

ہم جب واپس منیٰ میں آئے تو ڈاکٹر صاحب کے گروپ کے ساتھیوں نے ہم سے پوچھا کہ قربانی کس وقت کی تھی۔ ہم نے اپنی روداد سنائے بغیر کہا کہ تقریباً ۵ بجے۔ چونکہ حنفی مذہب میں رمی، اُس کے بعد قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے۔ اور قربانی سے پہلے سر مونڈھنے (حلق) کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے یعنی ایک اور قربانی کرنی پڑے گی۔ لہٰذا ہمارے ساتھی کافی فکرمند ہوئے۔ کیونکہ اکثروں نے تقریباً ۲ بجے حلق کر لیا تھا۔ باقی لوگ تو خاموش رہے لیکن مردان کے ایک ہیڈ ماسٹر صاحب جو کانوں سے معذور تھے اور بمعہ اپنی اہلیہ آئے ہوئے تھے، بہت برہم ہوئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ تم صحیح یاد کرو کہ آپ لوگوں نے کس وقت قربانی کی تھی۔ وہ چونکہ سنتے نہیں تھے اس لیے میں نے کاغذ پر لکھ کر پوچھا کہ آپ نے حلق کس وقت کیا تھا۔ تو کہنے لگے کہ لوگ کہتے تھے کہ دو بجے ہیں۔ میں نے خود گھڑی نہیں دیکھی، شاید پانچ ہی بجے ہوں۔ میں نے جب سمجھانے کی کوشش کی کہ پہلے تو آپ دو بجے کہہ رہے تھے۔ اب ۵ بجے کیسے ہوئے؟ تو بہت غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ آپ لوگوں کا قصور ہے۔ میں کوئی دم نہیں دوں گا۔ میری اور میری اہلیہ کا دم بھی آپ لوگ ادا کریں گے۔ میں خاموش ہوا۔ اگلے دن جانوروں کی قیمتیں کافی کم ہوگئی

تھی اور اُس سے اگلے دن تقریباً ایک تہائی قیمت تھی۔ میں نے ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آج جاؤں گا اور آپ دونوں کے لیے دم ادا کروں گا۔ ماسٹر صاحب نے میری طرف ممنون احسان نظروں سے دیکھا۔ مجھے اُپنے پاس بلایا اور کہا کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ لوگوں نے کتنی مشکل سے قربانی کی ہے۔ دم کے پیسے میں خود ہی ادا کروں گا تم فکر نہ کرو اور یوں یہ مسئلہ بخیر و عافیت حل ہو گیا۔

حج میں میری ملاقات ہمارے یونیورسٹی کے ہاسٹل کے دو بیروں سے ہوئی جن کے نام یونیورسٹی ملازمین کے لیے مفت حج پر بھیجے جانے والی قرعہ اندازی میں نکلے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ ہمارے گروپ میں ایک ادھیڑ عمر آدمی ہیں جنھوں نے حج کے باقی تمام احکام پورے کر لیے ہیں لیکن طواف زیارت نہیں کر رہے، اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور باہر بالکل نہیں نکلتے۔ میں اُس کے پاس چلا گیا اور اُس کو طواف زیارت کی اہمیت سے آگاہ کیا میں نے اُسے کہا کہ اس کے بغیر آپ کا حج نامکمل ہے۔ وہ جواب میں بار بار کہتے تھے۔ کہ میں نے بہت طواف کیئے ہیں اب میں کوئی اور طواف نہیں کر سکتا۔ بالآخر جب وہ کسی طرح سے راضی نہ ہوئے تو میں نے دونوں بیروں کو اشارہ کیا کہ پکڑو اس کو ہاتھ پیروں سے۔ اسکو زور سے طواف زیارت کرائیں گے۔ وہ بڑا چیخا چلایا۔ لوگ بھی ہمارا تماشا کر رہے تھے۔ لیکن ہم نے اُسے حرم میں لے جا کر ہی دم لیا۔ وہاں پہنچ کر اُسے اپنے درمیان رکھ کر طواف کروایا اور طواف کے بعد اُسے کمرے میں چھوڑ گئے۔ چند دن بعد جب میں دوبارہ بابا جی کے کمرے میں گیا۔ تو بابا جی کی طبیعت کافی بحال ہو چکی تھی۔ بہت خوشگوار موڈ میں تھے اور ہمارے بہت مشکور تھے کہہ رہے تھے کہ آپ لوگوں کی وجہ سے میرا حج مکمل ہوا۔

یہ حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کا آخری حج تھا۔ اس سال تبلیغ کے امیر حضرت جی انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمع بھائی عبدالوہاب صاحب اور دوسرے اکابر تشریف لائے ہوئے تھے۔ منیٰ میں آخری دن رمی کے دوران انتہائی رش کی وجہ سے میں حضرت ڈاکٹر صاحب سے بچھڑ گیا۔ جیسے ہی رش سے باہر نکلا تو حضرت مولانا اشرف صاحبؒ اور اُن کے رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ حرم شریف تک واپسی اُن کی معیت میں ہوئی جب مسجد حرام پہنچے تو مغرب کا وقت تھا۔ نماز پڑھنے کے بعد میں نے نعمان صاحب (حال پروفیسر IER ڈیپارٹمنٹ، پشاور یونیورسٹی، خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف صاحبؒ) کے ذریعے سے

مولانا صاحب کو دعاؤں کے لیے درخواست کی۔ مولانا صاحبؒ نے میری طرف دیکھا اور پوچھا برخوردار! آج کل کیا کر رہے ہو؟ میں نے جلدی جلدی حال سنایا تو مسکرائے، دعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور خاصی دیر تک دعائیں دیں۔

حج کے چند دنوں بعد ڈاکٹر صاحب کی وطن واپسی تھی۔ اور میں نے ڈاکٹر صاحب کو رخصت کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نمناک آنکھوں سے حرم شریف کو الوداع کہا اور میں اور میرا ایک تبلیغی ساتھی ہم دونوں مدینہ منورہ آ گئے۔ مدینہ منورہ میں تبلیغی جماعتوں کے لئے مختص عمارت میں ٹھہرے اور وہاں چند دن گزارنے کے بعد دہران واپسی ہوئی اور یوں میرا پہلا حج اختتام کو پہنچا۔

حج کا دوسرا سفر میرے محترم استاد پروفیسر ڈاکٹر اختر نعیم صاحب، صدر شعبۂ سول انجینئر نگ، انجینئر نگ یونیورسٹی پشاور کے ساتھ ہوا۔ ہمارے محترم استاد کو ایسی بیماری لاحق ہے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ کافی عرصہ سے میری خواہش تھی کہ ان کو حج کی سعادت نصیب ہو اور ان کی خدمت کی سعادت میرے حصے میں آئے۔ یہ مارچ ۲۰۰۷ء کی بات ہے جب ڈاکٹر نعیم صاحب حج جانے کے لیے رضامند ہوئے۔ میں جب بھی اُنھیں حج کے فضائل سناتا تو ہر دفعہ کہتے کہ میں اس معذوری کی حالت میں کیسے حج کروں گا؟ آپ پر بوجھ ہوں گا۔ میں جواب میں کہتا کہ وہاں پر بہت لوگ اس حالت میں آتے ہیں اور پرائے لوگ اُن کی خدمت کر کے اُن کو حج کرواتے ہیں، آپ کا تو ہم پر حق ہیں۔ انشاءاللہ! ہم آپ کی خدمت کریں گے، آپ حج کی نیت کریں۔ بالآخر مارچ ۲۰۰۷ء میں اُنھوں نے ارادہ کیا اور میں یہ معلومات کرنے میں لگ گیا کی کسی ایسی سکیم کا پتہ چل جائے جو پندرہ، بیس دنوں میں ہمیں حج کرا سکے اور ایسی سہولتیں دے جس سے ہمارے ڈاکٹر نعیم صاحب کا حج آسانی سے ہو جائے۔ ایک دن میں اسلام آباد سے واپس آ رہا تھا کہ اخبار میں پرائیوٹ حج کرانے والی ایک کمپنی کا اشتہار دیکھا۔ میں نے اُسے موبائل پر فون کیا، اُس سے وقت لیا اور اگلے دن اُس کے پاس چلا گیا۔ خوش قسمتی سے اس پیکیج میں وہ تمام چیزیں شامل تھیں جو ہم چاہتے تھے۔ مثلاً منیٰ میں جمرات کے بالکل قریب رہائش، مکہ مکرمہ میں مسجد حرام سے ۵۰ میٹر کے فاصلے پر رہائش، مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ سے ۱۰۰ میٹر کے فاصلے پر رہائش اور ۲۰ دن میں واپسی۔ میں نے کمپنی کے ذمہ دار کو ڈاکٹر نعیم کی معذوری سے آگاہ کیا۔ تو اُس نے کہا کہ میں خود یونیورسٹی

آ کر پروفیسر صاحب سے ملوں گا۔ اگلے دن وہ صاحب یونیورسٹی آئے ،ڈاکٹر نعیم صاحب کے دفتر میں تقریباً عصر کے وقت اُس سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ لوگ فکر نہ کریں ہمارا عملہ ائیر پورٹ پر آپ کو لینے کے لیے آئے گا اور آپ کو لیموزین (ایک کشادہ آرام دہ موٹر) میں سوار کر کے اپنی جگہ پر پہنچائے گا غرضیکہ ہر طرح سے آپ کا خیال رکھا جائے گا۔ میں بہت خوش ہوا کیونکہ اس ملاقات کے بعد ڈاکٹر نعیم صاحب بہت مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ یوں ہم چار بندوں ڈاکٹر نعیم، اُن کی اہلیہ، ہمارے ایک اور محترم دوست قاضی جاوید اور میں نے اپنے کاغذات اس کمپنی کے پاس جمع کروا دیے۔

حج کے دن قریب آتے گئے لوگوں کو پاسپورٹ ملتے رہے اور ہم انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا۔ جب کمپنی کے نمائندے نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ آپ اپنے پاسپورٹ لینے کے لیے آ جائیں۔ جب میں نے پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کیے۔ تو ۴ ذی الحجہ کو ہماری روانگی تھی اور یہ غالباً حج کی آخری فلائٹ تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا۔ ہمیں ۴ ذی الحجہ کو حاجی کیمپ جائے بغیر اسلام آباد ائیر پورٹ سے شام کے ۶ بجے روانہ ہونا تھا۔ ہم نے چونکہ حفاظتی ٹیکے نہیں لگوائے تھے۔ لہٰذا ہم دن کے دس بجے ہی پشاور سے سیدھا ٹیکے لگانے کے لیے حاجی کیمپ چلے گئے اور وہاں سے کارڈ حاصل کر کے ائیر پورٹ چلے گئے۔ ڈاکٹر نعیم کو ہم ویل چیئر پر منتقل کر کے اپنے دوست واحباب کو الوداع کہتے ہوئے لاؤنج میں پہنچے۔ ہم سب نے احرام باندھے اور دو رکعت نفل بھی پڑھ لئے کیونکہ اب حج میں صرف دو دن تھے لہٰذا ہم سب نے حجِ قران کی نیت کر لی۔ الرشید ٹرسٹ اور MIS پبلشرز کی کتاب ''رفیق حج وعمرہ'' انتہائی مددگار ثابت ہوئی۔ جتنی دیر ہم لاؤنج میں رہے ہم نے حضرت شیخ زکریاؒ کی فضائل حج سے تعلیم کی اور پھر رفیق حج سے موٹے موٹے مسائل بیان کیے۔ سعودی وقت کے مطابق تقریباً رات کے دس بجے ہم جدہ ائیر پورٹ پر پہنچے۔ ہمارا باقی سامان تو پہنچ گیا تھا لیکن ڈاکٹر نعیم کی ویل چیئر نہیں پہنچی تھی اور اُس کے بغیر ہمارا وہاں سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ جہاز کے سارے مسافر چلے گئے اور ویل چیئر نہ آئی۔ دوسرا جہاز کسی افریقی ملک سے آیا اُس کے مسافر بھی چلے گئے۔ اس کے بعد ترکی کا جہاز آیا، اُس کے مسافر بھی چلے گئے اور ہم ویل چیئر کا انتظار کرتے رہے۔ بالآخر میں نے وہاں ایک سعودی اہلکار کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ تو اُس نے کچھ اور لوگوں سے رابطہ کیا اور بعد از بسیار کوشش کے یہ حل نکالا کہ آپ لوگ چلیں اور ڈاکٹر

نعیم کو چھوڑ دیں۔ ہم اُسے خود ائیر پورٹ کے باہر پاکستانی مکتب پر پہنچا دیں گے اور ویل چیئر اب آپ کو ۱۲ نمبر گیٹ پر ملے گا۔ خیر ہم پاکستانی مکتب پر پہنچے وہاں سامان رکھا۔ میں اور جاوید صاحب ویل چیئر کو تلاش کرنے کے لیے گیٹ نمبر ۱۲ پر پہنچے۔ لیکن دو تین گھنٹے کے انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد بھی کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ خیر ہم تھک ہار کر دوبارہ اپنے مکتب پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ویل چیئر آئی ہوئی ہے۔ لیکن ڈاکٹر نعیم کا کچھ پتہ نہیں۔ کچھ دیر کی تلاش کے بعد بالآخر ڈاکٹر نعیم صاحب بھی مل گئے۔ یہ رات کے تقریباً ۲ بجے تھے۔ اور ہمیں سخت بھوک لگی تھی۔ وہاں پر قریب ہی کینٹین سے کچھ چیزیں لے کر کھالیں اور اب کمپنی کی لیموزین گاڑی اور عملے کا انتظار کرنے لگے۔ گاڑی نے نہ آنا تھا نہ آئی۔ میں نے کچھ دوڑ دھوپ کی تو پتہ چلا کہ یہاں کوئی موٹر نہیں صرف بسیں ہیں اور یہ کہ ہمارے لیے مختص بس صبح ۴ بجے یہاں سے نکلے گی۔ خیر جیسے تیسے کر کے ۴ بج گئے اور ہم بس میں سوار ہوئے۔ ائیر پورٹ پر ہی ہمارے پاسپورٹ اور ٹکٹ حج کے عملے نے رکھ لیے۔ ڈاکٹر نعیم کو بس پر سوار کرنے میں وہاں لوگوں نے مدد کی۔ صبح تقریباً ۶ بجے ہمیں بس سے اترنے کا حکم ہوا۔ ایک بنگلہ دیشی لڑکا ہمیں اپنی رہائش کی جگہ بتا رہا تھا۔ بس سے اُتر کے پتہ چلا کہ اس جگہ کا نام عزیزیہ ہے۔ جہاں حج سے ایک دن پہلے اور حج کے ایک دن بعد ٹھہرنا ہے۔ چونکہ سورج نکلنے میں وقت تھوڑا رہ گیا تھا لہٰذا میں نے ساتھیوں سے کہا کہ بہتر ہے کہ ہم کمروں میں جانے سے پہلے باہر ہی ایک طرف ہو کر نماز پڑھ لیں۔ نماز پڑھ کر جب ہم بلڈنگ میں داخل ہوئے تو ایک افراتفری کا عالم تھا۔ کمروں کی تقسیم پر جھگڑے ہو رہے تھے۔ آخر خدا خدا کر کے ہمیں کمرے الاٹ ہوئے۔ خواتین کو الگ کمرے دیے گئے تھے۔ ہم تینوں مرد ایک کمرے میں ٹھہرے۔ میں نے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ دوپہر تک سو جائیں گے اس کے بعد تازم دم ہو کر عمرے پر جائیں گے۔ ظہر اور عصر کی نماز ہم نے عزیزیہ ہی میں پڑھ لی۔ ظہر اور عصر کے درمیان میں کمپنی کے کسی ذمہ دار کی تلاش میں نکلا تو بسیار کوشش کے بعد پتہ چلا کہ اُس کمپنی نے ہمیں حج سے ایک دن پہلے، ایک دن بعد اور حج کے پانچ دنوں میں ایک دوسری کمپنی والے کے حوالے کیا ہوا ہے۔ اُس کے ذمہ دار ایک ریٹائرڈ میجر صاحب تھے، بھلے آدمی تھے یہی اُن کا کاروبار تھا۔ کافی حج کئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا مسئلہ بیان کیا تو اُنہوں نے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا گو عملی طور پر تو اُس نے کچھ نہ کیا لیکن اُن کی باتوں نے ہماری ڈھارس بندھائی۔ میں نے جب اُن سے کہا کہ ہم عمرہ کے لئے جا رہے ہیں تو

اُس نے کہا کہ آج تو بہت رش ہوگا کیونکہ کل سے حج شروع ہورہا ہے اور آپ لوگوں کو آج رات کے تقریباً دو بجے اُٹھنا ہوگا، اور یہاں سے ہم سیدھے منیٰ جائیں گے۔ میں نے اُسے کہا کہ کل تو ۶ ذی الحجہ ہے۔ تو اُس نے کہا کہ پاکستان میں تو ۶ لیکن سعودی عرب میں ۷ ذی الحجہ ہے۔ میں نے اسی نئی صورتحال سے ساتھیوں کو آگاہ کیا۔ عمرہ ادا کرنے کے لیے مسجد حرام پہنچے تو واقعی حرم میں تل دھرنے جگہ نہ تھی۔ اللہ کی شان، حرم شریف سے باہر ایک پاکستانی سے ملاقات ہوئی۔ جس نے ۲۰۰ ریال کے عوض ڈاکٹر نعیم کو طواف اور سعی کرانے کی حامی بھرلی۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد ہم سیدھے عزیز یہ اپنی رہائش گاہ پہنچے۔ صبح ۲ بجے اُٹھے تو بلڈنگ میں مکمل خاموشی تھی کچھ ملازمین ادھر اُدھر آ جا رہے تھے اور باقی بالکل خیر خیریت تھی۔ ہماری رہائش چوتھی منزل پر تھی۔ میں کبھی اُوپر جاتا کبھی نیچے آتا۔ یہاں تک کہ تقریباً ۴ بجے لوگ تیار ہونا شروع ہوئے۔ ڈاکٹر نعیم کو بس میں سوار کرنے اور اُتارنے کے وقت لوگ بہت مدد کرتے تھے اور یوں یہ مشکل مرحلہ ہر دفعہ بخیر وخوبی ادا ہوتا رہا۔ فجر کی نماز عزیز یہ ہی میں ادا کرنے کے بعد تقریباً ۸ بجے ہم منیٰ اپنے مکتب میں پہنچے۔ وہاں پر دوبارہ ایک افراتفری کا عالم تھا، بڑی مشکل سے ایک خیمے میں جگہ ملی۔ ڈاکٹر نعیم چونکہ زمین پر لیٹ نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے لیے ویل چیئر میں ایسا انتظام کیا ہوا تھا کہ جب اُس کی سیٹ کو پورا لٹا دیتے تو اُس سے بیڈ بن جاتا تھا۔ اُس میں ڈبل فوم بھی لگایا گیا تھا لہٰذا وہ اپنی ویل چیئر پر ہی لیٹ گئے اور میں اور جاوید صاحب نیچے لیٹ گئے۔ ہمارے خیمے میں اکثر حضرات غیر مقلد تھے جس میں سے چند حضرات پاکستانی نژاد برطانوی اور ایک مدینہ یونیورسٹی کا پاکستانی طالبعلم تھا۔ منیٰ میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ساتھیوں کو فضائل حج سے تعلیم کرائی اور پھر رفیق حج سے تقریباً تمام ضروری مسائل دو تین بار سنا دیئے۔ ہمارے دیکھا دیکھی مدینہ یونیورسٹی کا طالبعلم اور باقی غیر مقلد حضرات بھی اکٹھے ہوئے اور خوب زور زور سے مسائل کی گردان کرنے لگے۔ ہماری تعلیم میں یہ ذکر آیا کہ قران حج، جس میں عمرہ اور حج ایک احرام سے ادا کئے جاتے ہیں سب سے افضل ہے۔ جبکہ غیر مقلد طالب علم اس بات پر زور دے رہا تھا کہ تمتع سب سے افضل ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب تھا۔ غیر مقلد طالب علم نے اس مسئلے میں ترتیب کو غیر ضروری قرار دینے پر بھی پورا زور لگایا۔ اور مسئلے بیان کرتے وقت بار بار میری طرف دیکھتا رہتا تھا گویا کہ مناظرے کی دعوت دے رہا ہو لیکن

میں نے کوئی التفات نہیں کیا۔ حج پر جاتے ہوئے میں نے ساتھیوں کو شدومد سے اس بات کی ترغیب دی تھی کہ حج کے ۲۰ دنوں میں کسی فساد، جھگڑے، بحث ومباحثے میں حصہ نہیں لیں گے۔ یہاں تک کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والی کوئی بات بھی زیرِ بحث نہیں لائیں گے۔ الحمدللہ! ساتھیوں نے اس کی خوب پابندی کی۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں نے ایک دن ڈاکٹر نعیم سے کہا کہ ہماری یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جو آجکل مدینہ یونیورسٹی میں ہیں اُن سے ملاقات کرنا چاہیے۔ تو اُنھوں نے جواب دیا کوئی ضرورت نہیں پشاور واپس جا کر ملاقاتیں کریں گے اور یہ کہ ہم آپ کی ہدایات پر مکمل عمل کریں گے۔

تو غیر مقلد طالبعلم کی بات ہو رہی تھی۔ جب اُس کا رویہ بہت جارحانہ ہوگیا۔ تو میں نے قرآن مجید کھول کر تلاوت شروع کی لیکن قاضی جاوید صاحب نے اُس کے پاس جا کر اُسے خوب ڈانٹا اور چند لمحوں میں اُسے لاجواب کردیا۔ قاضی جاوید صاحب نے اُسے کہا کہ کیا آپ خود عالم ہیں یا کسی عالم کا حوالہ دے کر بات کر رہے ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں تو عالم کا حوالہ دے رہا ہوں تو قاضی جاوید صاحب نے کہا کہ بس اب خاموش ہو جاؤ ہم بھی اپنی طرف سے دین بیان نہیں کر رہے، اپنے وقت کے عظیم امام کے بیان کردہ مسائل بیان کر رہے ہیں۔ تم لوگوں کا یہ مشغلہ ہے کہ دنیائے اسلام کی اکثریت کو غلط ثابت کرو۔ ان باتوں کے بعد وہ خاموش ہوئے لیکن پاکستانی نژاد برطانوی نے قاضی صاحب کے ساتھ بحث شروع کی۔ قاضی صاحب اُس کی بھی خبر لے لیتے لیکن میں نے بیچ بچاؤ کر کے معاملہ رفع دفع کردیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۸ سے آگے)

اور ایک سال سے مسلسل اصلاحی مجالس میں آرہے ہیں انہیں اس بات کی اجازت ہے کہ اس تفسیر کو پڑھ کر قرآن مجید کے انوارات اور صاحبِ تفسیر کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوں۔ بندہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے معارف القرآن سے دوبار سورۂ صٰفّٰت تک اور ایک بار پورے ختم قرآن تک درس دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس پر تیس سال لگے۔ چوتھی بار بندہ نے بھی جناب تقی عثمانی صاحب کی تفسیر سے ہی درس شروع کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

پلوسی کا مزدور

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

یہ سردیوں کے دن تھے، سات بجے عشاء کی نمازیں ہو جاتی تھیں۔نو بجے کے قریب گھر کی گھنٹی بجی۔ بندہ باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک پرانا واقف کار پلوسی کا مزدور کھڑا تھا۔ پلوسی پشاور یونیورسٹی کے پاس ایک گاؤں ہے۔اس کا راستہ رات کو پُر امن نہ ہونے کی وجہ سے عموماً لوگ سردیوں میں نو بجے آمدورفت نہیں کرتے۔مزدور سلام کر کے بیٹھ گیا۔بندہ انتظار میں تھا کہ یہ اپنا مدعا بیان کرے،کوئی میرے لائق خدمت ہو کہے،لیکن وہ بالکل نہیں بول رہا تھا۔فوراً دل میں خیال آیا کہ اس کے بچے بھوکے ہیں۔بندہ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو تیس روپے نکلے۔اُس نے جھٹ سے پیسے لئے اور فوراً سائیکل پر سوار ہو کر بھاگا۔چند دن بعد ملا تو اُس نے کہا ''ڈاکٹر صاحب! اُس دن میں آپ سے پیسے لے کر بغیر کچھ کہے جھٹ سے نکلا اور بھاگا،اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے بچے بھوکے تھے، مجھے خطرہ تھا کہ کہیں تندور بند نہ ہو جائیں کیونکہ میرے بچے بھوکے تھے اور انہیں صرف سوکھی روٹی پہنچانی تھی۔''بندہ کو ایسے ہی خیال ہوا کہ جب اتنی تنگدستی ہے تو اس کی بیوی تو اس سے بہت لڑتی ہوگی۔پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میری بیوی میرے ساتھ بالکل نہیں لڑتی البتہ تسلی دیتی رہتی ہے کہ یہ حالات اللہ پاک کی طرف سے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کبھی حالات بدل بھی دے گا۔اس کی یہ بات سن کر بندہ کو حیرت ہوئی کیونکہ ہمارے ہاں یونیورسٹی میں پروفیسر صاحبان کے گھروں میں ہر قسم کی سہولیات میسر ہوتی ہیں، کھانے پینے کی چیزوں سے فریج بھرے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی خاوند بیوی کی ایسی لڑائیاں ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کے بال نوچتے ہیں۔واقعی اس مزدور کے گھر میں مادی وسائل نہیں تھے جبکہ معنوی وسائل بصورت اطمینان وسکون، باہمی تعاون اور باہمی ہمدردی موجود تھے۔جبکہ پروفیسر صاحبان کے ہاں مادی وسائل کی بہتات ہے لیکن معنوی وسائل بصورت اطمینان وسکون مفقود ہیں۔

مدینہ منورہ کی فضیلت اور اکابر علماء دیوبند کا احترام مدینہ منورہ

(بحوالہ رحمتِ کائنات از حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحبؒ)

ساری زمین پر صرف ایک ہی ایسی بستی ہے جس کی طرف کرۂ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے دل ہر وقت مشتاق رہتے ہیں۔ اُن کے دل ہر وقت اُس بستی کی زیارت کیلئے بیتاب رہتے ہیں، وہ مالی اور بدنی تکالیف اُٹھا کر بھی اس کی زیارت کے لئے آنا سعادت اور بڑی سعادت اور بڑی برکت سمجھتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ ہے جہاں سیدِ دوعالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی اور اُسی مبارک بستی میں قرآنِ عزیز کا اکثر حصہ نازل ہوا، وہیں سے جان نثاروں نے ہر قسم کی قربانی دے کر پرچمِ اسلام کو بلند کیا، اسی بستی سے قرآنی معارف اور انوارِ حدیث کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے پھوٹے، اسی بستی کے لئے سیدِ دوعالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے بھی دوچند برکتوں کے نزول کی دعا مستجاب فرمائی ہے۔

اس بستی کی برکات اور فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ مجھ جیسا گنہگار ان کا عشرِ عشیر بھی بیان نہیں کر سکتا۔ حصولِ برکت کے لئے اپنی مولفہ کتاب تذکرہ دیارالحبیب ﷺ سے جو کہ علامہ نورالدین سمہودی قدس سرہٗ (۹۱۱ھ) کی مرتبہ مستند تاریخِ مدینہ منورہ وفا الوفا کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ چند برکات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ سیددوعالم ﷺ کا جسدِ عنصری اسی مدینہ منورہ کے جوہر سے بنایا گیا اور پھر اسی پاکیزہ قطعہ میں آپ ﷺ کا روضۂ اقدس بنایا گیا۔

۲۔ اس شہر کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کا مددگار (انصار) فرمایا۔

۳۔ دوسرے شہر تو تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ منورہ قرآنی آیات کی برکات سے فتح ہوا۔

۴۔ اس شہر میں وہ قبرستان ہے جس میں تقریباً دوسو صحابہ کرامؓ اور کئی تابعین اور آج تک بھی کئی علماء، صلحاء، اولیاء مدفون ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا جس کی موت مدینہ منورہ میں آئے گی میں قیامت کے دن اُس کے لئے شفیع اور اُس کے مومن ہونے کی شہادت دوں گا۔

۵۔ اس بستی میں وہ ہستی آرام فرما ہے جسے سیدِ دوعالم ﷺ نے سیدالشہداء یعنی سب شہیدوں کا سردار، حضرت حمزہؓ فرمایا۔

۶۔ اس میں وہ مسجد ہے جس کو سیدِ دو عالم ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا اور اس کی تعمیر سارے انسانوں سے افضل ترین انسان (انبیاء علیہم السلام کے بعد) شریکِ تعمیر تھے۔

۷۔ اس شہر میں وہ مسجد ہے جس میں کم از کم چالیس نمازیں پڑھنے والا نفاق اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

۸۔ اس شہر میں مسجدِ قبا ہے جس کی زیارت کے لئے آنے والے کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

۹۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مدینہ منورہ کے قبرستان سے ستر ہزار انسان چاند کی طرح چمکتی ہوئی شکل کے ساتھ اُٹھیں گے اور جنت میں بلا حساب داخل ہو جائیں گے۔

۱۰۔ یہاں کے رہنے والوں کو حضور انور ﷺ نے اپنا پڑوسی فرمایا۔

۱۱۔ بعض عشاق کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت بلالؓ کو شام سے مدینہ منورہ کی حاضری کا حکم دیا۔

۱۲۔ یہ شہر طاعون اور دجال سے محفوظ رہے گا۔

۱۳۔ اس شہر کا ایک نام طابہ، طیبہ، طیّبہ، طائبہ بھی ہے جس کے در و دیوار سے آج بھی ایمان والے خوشبو کو محسوس کرتے ہیں۔

۱۴۔ اس شہر کا نام (طابہ) خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

ان تمام اسماء مبارکہ کی تشریح علماء کرام نے یہ فرمائی ہے کہ ''وہب بن منبہؒ تابعی نے جو حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد رشید ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تورات میں مدینہ منورہ کا نام طیبہ اور طابہ اور مطابہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ابن بطالی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے اس کی دیواروں اور اس کی مٹی سے بہترین خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ اشبیلی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ سے ایسی خوشبو آتی ہے جو دنیا کی خوشبو سے ممتاز ہے۔ یاقوت نے کہا ہے کہ اس کی ہوا خوشبو والی ہے، برسات میں اس مٹی سے ایسی خوشبو نمودار ہوتی ہے جو دوسری بستیوں کی مٹی سے نہیں ہوتی۔''

ابو عبید اللہ عطارؒ نے ایک شعر فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کی خوشبو سے سارا مدینہ منورہ معطر ہو گیا، جس کے سامنے کستوری، کافور اور عنبر وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

اکابر علماء دیوبند اور احترامِ مدینہ:

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس العزیز نے اپنی مولفہ کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں فرمایا ہے:

''یہ جملہ حضرات رضی اللہ عنہم جس قدر ادب و تعظیم واجب بہ نسبت حضور علیہ السلام جانتے اور کرتے ہیں کوئی طائفہ روئے زمین پر آج اس درجہ پر نہیں۔ جناب مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہیں ہوتے حالانکہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی پیر میں زخم پڑ گئے تھے، کانٹے لگتے تھے، پتھروں نے ٹھکرا ٹھکرا کر حال دگرگوں پاؤں کا کر دیا تھا، تمام عمر کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا اس وجہ سے نہیں پہنا کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے اگر کوئی ہدیہ لے آتا تو کسی دوسرے کو دے دیا، فراق مدینہ منورہ میں ان کے عظیم دفتر (قصیدہ بہاریہ) سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:۔

امیدیں اور ہیں لاکھوں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں مرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور مار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

اڑا کے بعد میری مشتِ خاک کو پسِ مرگ — کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار

ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا — کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس العزیز کے متعلق بھی حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

''ہم چند باتیں چشم دید کہ جن سے اکثر حضرات واقف ہوں گے بیان کرتے ہیں۔ حضرت مولانا کے یہاں تبرکات میں حجرۂ مطہرہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔ بصد ادب کبھی کبھی حاضرین و خدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے، اس امر کو ہزاروں نے ملاحظہ فرمایا۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت وحفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ

میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضاّرِ بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم وادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں۔ حالانکہ بصرہ، سندھ وغیرہ کی کھجوریں ہمیشہ آتی تھیں مگر ان کی وقعت اس سے زیادہ ہرگز نہ تھی کہ جملہ میووں میں سے یہ بھی ایک میوہ ہے۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے، ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے، مثل چھالیوں کے کتروا کر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں بہ ہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب حاضرِ خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں؟ چونکہ وہ احقر کے پاس تھی اس لیے باادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈالوایا اور روزانہ بعد از نماز عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنہ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے، اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔'' (الشہاب الثاقب)

بلکہ آپ کے ہاں تو خاک مدینہ منورہ کا کھانا بھی حلال اور باعث برکت تھا چنانچہ آپ کے خلیفۂ ارشد اور آپ کی سیرت کے مرتب حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:۔

''انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے، چونکہ حضرت امام ربّانی قدس سرہ کے سوادِ قلب میں حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہوگئی تھی اس لیے حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف پھانکا کرتے ایک مرتبہ فرمانے لگے لوگ حرمین شریفین کی چیزوں، زمزمی کے ٹین اور تخمِ خرما کو یوں پھینک دیتے ہیں، یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔''

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو اس کو پھانک لو، ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی، ایک دفعہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی مجھ کو عطا فرمائی کہ اس کو کھالو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے، آپؒ نے فرمایا میاں وہ مٹی اور ہوگی۔

جنت کے راستے

(ماہنامہ الدعوۃ اِلی اللہ، اپریل:۲۰۰۸ء سے ظہور الٰہی فاروقی صاحب کا انتخاب)

ہادیٔ برحق، محسنِ انسانیت، عظمت البشر، افضل الانبیاء، ختم الرسل، سرکارِ دو عالم جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ تندور میں روٹیاں لگا رہی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنی لختِ جگر سے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا! ایک روٹی میں بھی لگا دوں؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

ایک روٹی بنائی اور فرمایا کہ تندور میں لگا دو۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹی تندور میں لگا دی۔جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹیاں لگا کر فارغ ہوگئیں تو کہنے لگیں......ابا جان! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی تھی ویسی ہی لگی ہوئی ہے،اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔**سُبحان اللہ!**

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔میں کھانا کھا رہا تھا،اُنہوں نے اپنی باندی سے کہا: جاؤ تولیہ لاؤ۔جب وہ تولیہ لائی تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے غصے سے دیکھا اور فرمایا کہ جاؤ،اسے صاف کر کے لاؤ۔وہ بھاگی اور تولیہ کو تندور میں ڈال دیا۔کچھ دیر بعد نکالا تو وہ صاف ستھرا ہو گیا تھا۔میں یہ سب دیکھ کر حیران ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے،اُنہوں نے اس تولیہ سے ہاتھ صاف کیے تھے۔اس کے بعد اس تولیہ کو جب تندور میں ڈالتے ہیں،آگ اس کے میل کچیل کو کھا جاتی ہے اور تولیہ صاف ہو جاتا ہے۔

یہ تو تھیں لمس نبوی ﷺ کی برکات،اب ذرا سوچیے کہ جس جسم میں طریقۂ محمدی ﷺ نقش ہو جائے، جس دِل میں لا الہ الا اللہ سما جائے اور جس جسم پر طریقۂ محمد رسول اللہ ﷺ آ جائے وہ کس قدر خوش نصیب ہے اور انشاءاللہ وہ یقیناً جہنم کی آگ سے آزاد بھی ہے۔جب یہ بے جان چیزیں لمس نبوی ﷺ کی برکت سے دُنیا کی آگ سے محفوظ ہوگئیں تو یہ اشرف المخلوقات......انسان سنن نبوی ﷺ کی برکات کی بدولت جہنم کی آگ سے کیوں آزاد نہیں ہوگا۔اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ ہیں جو نہ صرف اپنے آپ کو محمدی بنانے کی کوشش میں ہیں بلکہ اوروں کو بھی عشقِ رسالت کا جام پلانے میں مصروف ہیں۔اللہ ربّ العزت پورے عالم کے انسانوں کو سنن رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھال دے۔آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِى بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِى بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام۔

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف،

بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جھری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**، سوبار **الااللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الااللّٰہ** دوسوبار، **الااللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جھری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آکر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ا ط اِلٰھِیۡ بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام۔

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُمّ الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الااللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا اله الااللّٰہ** دو سو بار، **الااللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نمازِ عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیزتھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆